ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

عدم برداشت کے معاشرتی اثرات و نقصانات: تدارک و تجزیہ

Tackling Societal Consequences of Intolerance: Solutions and Insights

امیر معاویہ

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف لاہور

محمد عامر دہلوی

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف لاہور

ڈاکٹر حق نواز

Alumni، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور

Abstract

The beauty of society is based on beautiful principles like moderation and tolerance. Where these qualities are not there, many defects arise. Intolerance is a huge social problem. It is the name of a state of mind in which a person only considers himself to be right and what is against his mood is unbearable for him. Intolerance is licking our society like termites. Most of the problems are rooted in intolerance. There are many causes of intolerance. Intolerance comes as a response. Intolerance has numerous disadvantages. The rise of bigotry, which is one of the characteristics of the age of Jahiliyyah, comes into existence from this. Born out of jealousy, intolerance is also visible behind extremism. Sectarianism and lawlessness are also based on intolerance. The solution to intolerance is to use the life of Prophet Muhammad SAW as a beacon. One should try to follow their great morals. One should control one's anger, show patience and study the lives of Prophet 's Companions to see how they persevered through hardships. Admitting your mistakes is also a sign of being a great person. Whereas intolerance can be overcome by forgiving the mistakes of others. Justice is also very important for the society

Key words: Quran , sunnat, , tolerance, Effort, social problem, intolerance, disadvantages, society, Justice, morals.

تعارف

میانہ روی، رواداری، تحمل مزاجی، ایک دوسرے کو برداشت کرنا، معاف کر دینا اور انصاف کرنا یہ وہ خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے معاشرے میں امن و چین کا دور دورہ ہوتا ہے۔ جن معاشروں میں ان خوبیوں کی کمی ہوتی ہے وہاں بے چینی، شدت پسندی، جارحانہ پن، غصہ، تشدد، لاقانونیت اور بہت سی دیگر برائیاں جڑ پکڑ لیتی ہیں، معاشرے کا ہر فرد نفسا نفسی میں مبتلا نظر آتا ہے، یہ نفسا نفسی معاشرے کی اجتماعی روح کے خلاف ہے اور اسے گھن کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ بد قسمتی سے پاکستانی معاشرے میں بھی گزشتہ کئی سالوں سے بے صبری، بے چینی اور عدم برداشت کے رجحان میں خوفناک اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے جیسے افراد کی قوت برداشت ختم ہو چکی ہے اور رواداری جیسی اعلیٰ صفت معاشرے سے عنقا

ہو چکی ہے؛اگر چہ عدم برداشت کا یہ عمل صرف پاکستان میں ہی نہیں یورپ اور امریکہ میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ کچھ یورپی ممالک کی طرف سے حجاب پر پابندی عائد کرنا، فرانس کا مسلمانوں کے خلاف کارٹون شائع کرنا عدم برداشت کی واضح مثالیں ہیں۔

عدم برداشت کیا ہے؟

عدم برداشت اور شدت پسندی یہ ایک ایسی دماغی کیفیت ہے جہاں کوئی ایک فرد یا افراد کی ایک جماعت ہر چیز، ہر انسان اور ہر واقعہ کو صرف ایک ہی زاویہ سے دیکھتے ہیں اور صرف اپنے آپ کو ہی درست سمجھتے ہیں اور یہ کیفیت اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ اس مرض کا شکار فرد اپنے خیالات یا عقائد و نظریات کے خلاف ہر آدمی کو اپنے راستے سے ہٹانا اور اسے نشان عبرت بنانا ضروری سمجھتا ہے اور اس میں کسی بھی حد تک جانے کو جائز سمجھتا ہے۔

عدم برداشت کا بین الاقوامی رجحان:

بین الاقوامی سطح پر عدم برداشت کی وجہ سے ہر سو ایک فساد برپا ہے۔ افغانستان، کشمیر، فلسطین، بوسینیا، چیچنیا، صومالیہ، الجزائر اور دنیا کے دیگر گوشوں میں امن مفقود ہو رہا ہے۔ عدم برداشت کا رجحان، اسلحہ کی دوڑ اور ایٹمی پھیلاؤ کی صورت میں نمودار ہو کر اقوام عالم میں عدم تحفظ کا احساس پیدا کر رہا ہے۔ اس صدی میں عدم برداشت کے رجحان نے اقوام عالم کے امن کو پارہ پارہ کر دیا۔ چین کی خانہ جنگی (1945-49)۔۔۔ کوریا کی جنگ (1950-53)۔۔۔ انڈونیشیا میں فسادات (1958-65)۔۔۔ کانگو میں خانہ جنگی (1960-64)۔۔۔ الجیریا اور مراکش کے مابین جھگڑا (1963ء)۔۔۔ یمن میں خانہ جنگی (1962-69)۔۔۔ ویت نام کی جنگ (1965-72)۔۔۔ نائیجیریا میں خانہ جنگی (1967-70)۔۔۔ مصر اور اسرائیل کی جنگ (1967)۔۔۔ پاکستان اور انڈیا میں جنگیں (1965-71)۔۔۔ انگولا میں خانہ جنگی (1975-76)۔۔۔ کمبوڈیا میں بحران (1978-79)۔۔۔ افغانستان کی جنگ (1978,2002)۔۔۔ اور دیگر ممالک میں جنگیں اقوام کے درمیان عدم برداشت کے رجحان کی وجہ سے ہوئیں۔[1]

عدم برداشت کا قومی رجحان:

عدم برداشت ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ آئے روز اخبار میں اس طرح کی خبریں دیکھنے کو ملتی ہیں کہ استاد نے شاگرد کو زدو کوب کیا تو کہیں شاگرد نے استاد کو قتل کر دیا، کہیں گھریلو ملازمین پر تشدد جاری ہے تو کہیں بنت حوا ظلم و ستم کی نذر ہو رہی ہے۔ کہیں سیاسی مخالفین ایک دوسرے کی جان کے درپے ہیں تو کہیں سیاسی جماعتوں کے نمائندے ایک دوسرے کو لعن طعن کرنے میں مصروف ہیں۔ چنانچہ فکری انتشار، مجرمانہ تغافل، ثقافتی کنفیوژن، محبت، یگانگت، انسیت اور اپنائیت کا فقدان، لسانی گروہ بندی، علاقائی عصبیتیں، ذات، برادری، رنگ اور نسل کی بنیاد

1 ماہنامہ منہاج القرآن، شمارہ مارچ 2008ء

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

پر عدم برداشت اور تعصب، مذہبی رہنماؤں اور تنظیموں میں عدم برداشت کا رجحان، اتحاد بین المسلمین کا فقدان، اسلام دشمن اور ملک دشمن عناصر اور تنظیموں کا منفی کردار، یہ سب عدم برداشت کی قباحتیں ہیں۔[2]

عدم برداشت معاشرتی بدامنی کا اہم سبب:

سامعین محترم! ماہرین عمرانیات کا کہنا ہے کہ آج کل معاشرے کے 90 فیصد مسائل کی جڑ عدم برداشت ہے۔ صبر و تحمل، ملنساری، خندہ پیشانی جیسے اوصاف ہمارے درمیان سے رخصت ہو چکے ہیں۔ آج اگر کوئی ہمیں ایک بات کہے تو ہم اسے چار باتیں سناتے ہیں۔ ذرا سی بات پر ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں۔ حالاں کہ ہم تو اس نبی ﷺ کی امت ہیں جنہوں نے طائف کی گلیوں میں سنگریزوں سے لہولہان ہو کر بھی اپنے دشمنوں کے خلاف دعا کے لیے دست دراز نہ کیے۔ ہم تو ان کے امتی ہیں جنہوں نے اپنے جان سے عزیز چچا جان کا کلیجہ چبانے والی ہندہ کو بھی معاف کر دیا، جنہوں نے غالب ہو کر بھی دشمن کو امان دی۔ ہم تو ان کے پیروکار ہیں جنہوں نے گردن پر رکھی تلوار فقط اس لیے اٹھالی کہ مبادا یہ قتل میرے غصے کے سبب نہ ہو جائے۔ ہم تو اس ریاست کے شہری ہیں جس کی بنیاد اسلام اور دستور قرآن ہے۔ چنانچہ احمد جمال نظامی صاحب لکھتے ہیں:

> "عدم برداشت کسی بھی جرم کی سب سے بنیادی وجہ ہے۔ ماہرین نفسیات کے مطابق اگر صرف برداشت کی صلاحیت کو مضبوط کر لیا جائے تو کسی بھی معاشرے سے 90 فیصد جرائم کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ یہ بات حقیقت کے بالکل قریب ہے کیونکہ ہر جرم کی داستان کے پیچھے عدم برداشت کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ لہٰذا اس ضمن میں بہت سارے ماہرین کی طرف سے تجویز کیا جاتا ہے کہ ترقی پذیر ممالک اور بالخصوص پاکستان جیسے ملک جہاں عوام کی اکثریت جذبات کی لہر میں بہہ کر بہت سارے جرائم کا ارتکاب کر جاتی ہے اس کو تعلیمی درس گاہوں، ماں کی آغوش، گھر کے ماحول اور مختلف دفاتر میں برداشت کی قوت کو مضبوط کرنے کا درس دینے اور اس کی عملی بنیادوں پر پریکٹس کرنے کی ضرورت ہے"[3]

عدم برداشت کے اسباب:

عدم برداشت ہمارے معاشرے کا وہ ناسور ہے جس کا حل ناگزیر ہے اگر اس کا حل فوری طور پر نہ نکالا گیا تو یہ نسل نو کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور نہ جانے کتنی زندگیوں کی تباہی کا سبب بنے گا۔ اس کے حل کے لیے ہمیں انفرادی و اجتماعی سطح پر کوششیں کرنے کی اشد ضرورت ہے؛ لیکن حل تلاش کرنے سے قبل عدم برداشت پیدا ہونے کی وجوہات تلاش کرنا بھی ضروری ہے اس لیے کہ علاج سے قبل بیماری اور بیماری کی وجوہات کا تشخیص کیا جانا بے حد ضروری ہوتا ہے۔

---

2 ایضا

3 (https://www.nawaiwaqt.com.pk/31-Oct-2017/690922)

عدم برداشت کے پیچھے کئی عوامل کار فرما ہوتے ہیں جیسے کسی کے بنیادی حقوق اس سے چھین لینا، کسی کے حق پر ہونے کے باوجود اسے انصاف فراہم نہ کرنا، کسی شخص پر زبردستی اپنی حاکمیت مسلط کر دینا، کسی کو بے جا سختیوں اور پابندیوں میں رکھنا معاشرے میں بلاوجہ تضحیک و نفرت اور حقارت کا نشانہ بنانا، رنگ، مذہب، جنس یا معاشرتی امتیاز کا شکار ہونا وغیرہ۔ نتیجتاً وہ شخص ان تمام عوامل کے ردعمل کے طور پر عدم برداشت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اگر ہم معاشرتی و اجتماعی سطح پر اس کا حل چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان وجوہات سے اجتناب کریں اور اس کا آغاز اپنی ذات سے کریں۔

عدم برداشت کے نقصانات

تعصب بڑھنا:

جب عدم برداشت بڑھتی ہے تو اس سے تعصب بڑھتا ہے جو کہ زمانۂ جاہلیت کی خصوصیات میں سے ہے، مسلمان کو ہمیشہ حق کا متلاشی ہونا چاہیے، اور حق ہی کے لیے اس کا تعاون ہونا چاہیئے، اندھی عصبیت میں ذات برادری، پارٹی، جماعت اور علاقہ والوں کی اندھی حمایت مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: جو عصبیت کے جھنڈے تلے لڑے اور لوگوں کو عصبیت کی طرف بلائے یا اس کا غصہ عصبیت کی وجہ سے ہو، پھر وہ مارا جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔[4]

حسد پیدا ہونا:

عدم برداشت سے بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر ایک شخص کو کسی سے بغض و عداوت ہو تو اس انسان کو اس شخص سے حسد بھی ہو جاتا ہے، جب کہ شریعت مطہرہ مسلمانوں کو باہمی بغض و عداوت اور حسد سے منع کرتی ہے اور ان امور کی حوصلہ افزائی کرتی ہے جس سے باہم محبت پیدا ہو اور آپس کے تعلقات خوشگوار ہوں۔ حسد کی مذمت کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تَحاسدُوا، ولا تناجشُوا، وَلا تَباغَضُوا، وَلا تَدابرُوا، وَلا يبِعْ بعْضُكُمْ عَلَى بيْعِ بعْضٍ، وكُونُوا عِبادَ اللَّه إِخْوانًا،

ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ حسد کرو اور نہ غیبت کرو اور نہ بغض رکھو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن کر رہو [5]

شدت پسند ہونا:

عدم برداشت کا ایک نقصان یہ ہے کہ اس سے آدمی شدت پسند بن جاتا ہے ہر شدت پسند اپنے مفروضے، نظریے یا خیال کو قطعیت کے درجے پر رکھتا ہے۔ شدت پسندی خواہ مذہبی ہو یا سیاسی اس کا نقطہ آغاز کسی نہ کسی نوع کے تعصب سے ہوتا ہے۔ مذہبی شدت پسندی کا آغاز مذہبی تعصب

---

4 نسائی، رقم: 4114

5 مسلم، کتاب البر، باب النہی عن التحاسد، رقم: 2564

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

سے ہوتا ہے، تو لسانی یا گروہی تعصب، لسانی اور گروہی شدت پسندی کا باعث بنتا ہے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ایذا سے بچانے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (حقیقی) مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔[6]

قانون ہاتھ میں لینا:

عدم برداشت کی وجہ سے معاشرے میں لاقانونیت کو فروغ ملتا ہے، تعمیری سوچ کی بجائے تخریبی سرگرمیاں ان کا محور بن جاتی ہیں۔ کسی کی ذرا سی بات پر باہمی احترام، رواداری، صلح جوئی اور امن و آشتی کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے جس کے باعث تعصب، نفرتوں، قتل و غارت گری کے ایسے سانحات جنم لیتے ہیں جو ایک مہذب معاشرے کی نفی کرتے ہوئے زہر قاتل بنتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: سِبَابُ المُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ[7] مسلمان کو گالی دینا گناہ اور اسے قتل کرنا (گناہ نہ سمجھتے ہوئے) کفر ہے۔

فرقہ واریت پروان چڑھنا:

عدم برداشت دنیوی معاملات میں بے شک بہت بری چیز ہے لیکن جب یہی عدم برداشت اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور اس کے نفاذ سے متعلق ہو تو یہ انتہائی بری اور فرقہ واریت ہے جس سے ملک کا امن و سکون ختم ہو جاتا ہے؛ کیونکہ اختلافِ رائے ایک فطری اور طبعی امر ہے جس کو نہ مٹایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو مٹانا اسلام کا منشاء ہے۔ قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ[8]

"اگر آپ کا رب چاہتا تو بنا دیتا لوگوں کو ایک ہی امت، مگر وہ اختلاف میں ہی رہیں گے"۔

کامل اتفاقِ رائے صرف دو صورتوں میں ممکن ہے، یا تو لوگوں میں کوئی سوجھ بوجھ والا شخص ہی نہ ہو یا پھر تمام انسان ایسے ضمیر فروش اور خائن ہوں کہ ایک بات کو غلط جانتے ہوئے بھی غلط نہ کہیں، اسلام چونکہ فطری دین ہے اس لئے اس نے فطری جذبے کو دبایا نہیں ہے بلکہ صحیح رخ دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے دورِ مبارک میں بھی انتظامی اور تجرباتی معاملات میں اختلاف کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں پیش آمدہ نئے دینی امور، اجتہادی مسائل اور تعارضِ آیات و احادیث کے فہم میں اختلاف ہوا۔ یہاں تک کہ روزمرہ کے اعمال جیسے نماز و روزہ کے فروعی و جزئی امور پر بھی اختلافات ہوئے اور ان مباحث کا ذکر بھی ملتا ہے۔ پھر یہ اختلاف تابعین اور تبع تابعین میں بھی جاری رہا۔ مگر قابلِ تقلید بات یہ ہے کہ یہ اختلاف مخالفت میں نہ بدلا، نہ کسی شخص یا گروہ نے مخالفین کو باطل کہہ کر سب و شتم کا نشانہ بنایا۔ بلکہ تمام ایک دوسرے کے تنوع

---

6 بخاری، رقم: 10

7 بخاری، رقم: 48

8 ھود: 118

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

علم سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ آج بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ایک دوسرے سے علمی دلائل کی بنیاد پر اختلاف رکھیں لیکن اس کو مخالفت اور فرقہ واریت کا سبب نہ بننے دیں۔

عدم برداشت کا تدارک

محترم حضرات! عدم برداشت کا حل کیا ہے؟ کیسے اس صورت حال سے چھٹکارا حاصل کیا جائے؟ تو سب سے پہلے ہمیں یہ بات جان لینی چاہئے کے معاشرے کی بنیادی اکائی فرد ہے، فرد نے ہی معاشرے کی تشکیل کرنی ہے۔ معاشرے میں موجود ہر فرد معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ وہ بذات خود اسکی تعمیر و ترقی یا تباہی کا باعث بنتا ہے۔ اپنے معاشرے کو کیسے چلانا ہے اس کا فیصلہ خود اسے کرنا ہوتا ہے؛ لہذا اسکی ابتدا ہم میں سے ہر کوئی اپنے آپ سے کرے اور عدم برداشت پر قابو پانے اور اپنے اندر برداشت پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو مشعل راہ بنائیں اور آپ ﷺ کے اخلاق عظیمہ کی پیروی کی کوشش کریں۔ کیونکہ سیرت طیبہ اور تعلیمات اسلامیہ کی مدد سے ہی ہم اپنے طبقاتی، لسانی، علاقائی، معاشی، قومی، معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی مسائل حل کر سکتے ہیں۔ اسی نظام رحمت میں ہماری فلاح، سلامتی اور ترقی کی ضمانت پوشیدہ ہے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ سے حاصل ہونے والے چند اخلاق عظیمہ کا تذکرہ کرتا ہوں جو عدم برداشت پر قابو پانے میں ہمارے لیے مدد و معاون ہیں۔

غصہ نہ کرنا:

غصہ فطرت انسانی ہے تاہم اس پہ قابو نہ رکھنے کے بھیانک نتائج سامنے آتے ہیں۔ میاں بیوی میں جدائی، اولاد و والدین میں دوری، بہن و بھائی میں اختلاف، فرد و معاشرہ میں بگاڑ، دنیا میں ظلم و بربریت اور فتنہ و فساد کی جڑ غصہ ہے۔ جب تک غصہ دبا ہوتا ہے تب تک فتنہ دبا ہوتا ہے اور جب غصہ بے قابو ہو جاتا ہے تو فتنہ و فساد بھی اپنا منہ کھول لیتا ہے۔ ایسے موقع سے شیطان فائدہ اٹھاتا ہے اور دو فریقوں میں نفرت و انتقام کی آگ بھڑکاتا ہے اور اسی غصے کی وجہ سے انسان دوسرے کا خون بھی کر بیٹھتا ہے۔ غصے پر قابو پانا متقین کی صفت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ [9]

جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں، اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

9 آل عمران:134

غصے پر قابو پانے کے حوالے سے آپ ﷺ کا فرمان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں:

"ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غصہ نہ کیا کرو۔ اس شخص نے پھر اپنی وہی درخواست کئی بار دہرائی کہ آپ (ﷺ) مجھے اور وصیت فرمائیں۔ مگر آپ ﷺ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ غصہ مت کیا کرو"۔ [10] نیز آپ ﷺ نے غصے پر قابو رکھنے کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے؛ (بلکہ) پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔ [11]

تحمل کا مظاہرہ کرنا:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی سے ذاتی معاملے میں انتقام نہیں لیا، سوائے اس صورت کے کہ کسی نے احکامِ خداوندی کی نافرمانی کی ہو۔" [12]

نبی اکرم ﷺ کو مکی زندگی میں بالخصوص اور مدنی زندگی میں بالعموم متعدد بار آزمائشوں، تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ ﷺ نے ہر موقع پر نہ صرف خود صبر و تحمل، استقامت اور عفوودر گزر کا عظیم مظاہرہ کیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی صبر و تحمل کی تاکید و تلقین فرمائی۔ "واقعہ افک" میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے گھرانے کو ایک سخت آزمائش اور امتحان سے گزرنا پڑا لیکن اس سخت ترین آزمائش کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے کمال صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا، جب کہ یہ ایسا موقع تھا جہاں عام طور پر صبر و تحمل کے پیکر کا دامن بھی صبر واستقامت سے لبریز ہو جاتا ہے۔

میانہ روی اختیار کرنا:

اسلامی تعلیمات میں میانہ روی اختیار کرنے کو بہت اہمیت سے بیان کیا گیا ہے؛ چنانچہ اسلام نے تو اس بات کو بھی پسندیدہ قرار نہیں دیا کہ اچانک جوش آئے اور کثرتِ عبادت میں مشغول ہو جائیں اور پھر کچھ دنوں کے بعد فرائض وواجبات اور سنتوں کے تارک بن جائیں، اسلام نوافل میں کثرت وطوالت کے مقابلے میں ہمیشگی کو ترجیح دیتا ہے، حدیث پاک میں ہے: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: درست کام کرو اور نیکی کے قریب تر رہا کرو، جان لو کہ تم میں سے کسی کا (محض) عمل اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا (تاوقتیکہ اللہ کا فضل شاملِ حال نہ ہو) اور بے شک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمیشگی والا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے خواہ وہ عمل تھوڑا ہی کیوں نہ ہو"۔ [13]

---

10 بخاری، رقم: 6116

11 بخاری، رقم: 6114

12 بخاری، رقم: 3560

13 بخاری، رقم: 6464

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

رواداری کو فروغ دینا:

ہر انسان کو خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اپنی عبادت گاہوں سے والہانہ عقیدت ہوتی ہے، ان کے مسمار کر دینے سے اس کے دل میں نفرت وعداوت کا شعلہ بھڑکتا رہتا ہے، جب بھی اسے موقع ملتا ہے اس کے جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں اور وہ تشدد و فساد پر اتر آتا ہے، جس سے پورا شہر اور ملک دہشت و فساد کا شکار ہو جاتا ہے؛ لہٰذا اسلام اپنے افکار و نظریات کو بہ زور طاقت مسلط کرنے اور اپنے مذہب و تہذیب میں دوسروں کو زبردستی ضم کرنے کی کوشش کرنے سے منع کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُوْمِنْ بِاللهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَاانْفِصَامَ لَهَا[14]

دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے، ہدایت کاراستہ گمراہی سے ممتاز ہو کر واضح ہو چکا، اس کے بعد جو شخص طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آئے گا، اس نے ایک مضبوط کنڈا تھام لیا جس کے ٹوٹنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

نیز دیگر اقوام کے جھوٹے خداؤں کو برا بھلا کہنے سے بھی منع کیا گیا ہے، کتاب مجید فرقان حمید میں ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ[15]

جن کو یہ لوگ اللہ کے بجائے پکارتے ہیں تم ان کو برا نہ کہو، جس کے نتیجے میں یہ لوگ جہالت میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو برا کہنے لگیں۔

آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں بین الاقوامی امن، رواداری اور برداشت کا درس دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لئے ایسی ہی حرام ہیں جیسے تمہارے لئے آج کا دن، اس شہر، اس مہینہ کی حرمت۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو"۔[16] نیز نبی اکرم ﷺ نے میثاق مدینہ کے ذریعے مذہبی رواداری اور برداشت کا درس دیا۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ "یہ دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور تھا"۔[17]

---

14 البقرۃ:256

15 الانعام:108

16 بخاری، رقم:1739

17 ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، اردو سندھ اکیڈمی، صفحہ نمبر 75

غلطی تسلیم کرنا:

کسی سے نادانستہ طور پر کوئی ایسی غلطی ہو جائے جو دوسروں کے لیے پریشانی کا باعث بنے تو ایسے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور نادم ہو، دوبارہ ایسا نہ کرنے کا عزم کرے۔ تو اس سے معاشرے میں فساد کا دم ٹوٹ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو معاف فرمادیتا ہے جیسے کہ حدیث پاک میں ہے: فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبٍ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللهُ، عَلَيْهِ [18] "

اگر کسی غلطی سے کوئی انسان یا معاشرہ متاثر ہوا ہے تو ان سے معذرت کی جائے، جب کہ اسلام دوسروں کو بھی اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ عفوو درگزر سے کام لیں اور اس کی معذرت قبول کریں اور اسے اصلاح کا موقع دیں۔ اللہ رب العزت کا یہی قانون ہے کیونکہ اگر فوری طور پر سزا دینے کا عمل ہوتا تو زمین پر کوئی بھی زندہ نظر نہ آتا۔[19]

معاف کر دینا:

عدم برداشت پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم لوگوں کو معاف کرنے کی صفت سے اپنے آپ کو آراستہ کریں۔ رمضان المبارک 8ھ میں آپ ﷺ دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس عظیم الشان فتح کے موقع پر عفوو درگزر، رواداری اور برداشت کی ایک عظیم الشان روایت چھوڑی۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ "اکیس سال کی غیر منقطع کشاکش کے بعد مکے پر اچانک اسلامی فوج کا قبضہ ہو گیا اور یہ جوہری بم سے بھی زیادہ بے بس کر دینے والا واقعہ تھا۔ آپ ﷺ نے فتح مکہ پر اہل شہر کو جمع کر کے فرمایا:

لَاتَثْرِيبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمِ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمْ الطُّلَقاء.

آج تم پر کوئی الزام باقی نہیں۔ جاؤ تم سب کو چھوڑ دیا جاتا ہے"۔[20]

اللہ تعالیٰ نے متقین کے اوصاف میں معاف کرنے کو بھی شمار کیا ہے؛ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ[21]

اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں، اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ [22]

اور جب وہ غصہ ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔

---

18 بخاری، باب تعدیل النساء، رقم 2661

19 النحل: 61

20 ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی، دار الاشاعت صفحہ نمبر 326

21 آل عمران: 134

22 شوریٰ: 37

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ [23]

پس جس نے معاف کر دیا اور صلح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، بے شک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ [24]

اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

انصاف کرنا:

عدم برداشت پر قابو پانا ہے تو معاشرے میں عدل و انصاف کو فروغ دینا ہو گا اور اس کو اپنے گھر محلے اور شہر سے شروع کرنا ہو گا، اس کی بہترین مثالیں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں بے شمار ہیں؛ چنانچہ آپ ﷺ نے چوری کے ایک مقدمہ میں فاطمہ مخزومیہ کے حوالے سے لوگوں سے فرمایا: کیا تم ایک عورت کی اس لیے سفارش کرتے ہو کہ وہ بڑے خاندان کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر میری بیٹی فاطمہ چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا۔ اب حضور ﷺ سے بڑا خاندان کس کا ہو سکتا ہے لیکن نبی کریم ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ جرم کی سزا یکساں ہے چاہے کسی بڑے خاندان کا فرد جرم کرے یا کسی چھوٹے خاندان کا، معاشرے میں عدل قائم ہو گا تو مساوات کا ماحول پیدا ہو گا اور عدم برداشت کا قلع قمع ہو گا۔

در گذر کرنا:

آپ ﷺ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو لوگوں سے در گذر کرنا ہے اور عدم برداشت کا یہ بہترین حل ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں لوگوں سے در گذر کرنے کے متعدد واقعات ہیں جو سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ چند ایک کا میں تذکرہ کرتا ہوں۔ ایک دن ایک بدو آیا اور اس نے آپ ﷺ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ آپ ﷺ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی۔ آپ ﷺ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا، تو وہ بولا کہ میرے اونٹوں کو غلہ سے لاد دے۔ اس نے بے ادبی پر مبنی جملے بھی کہے تو آپ ﷺ نے اس کے اونٹوں پر جَو اور کھجوریں لدوادیں اور کچھ تعرض نہ فرمایا۔[25]

ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک مسلمان قبیلے کے قحط دور کرنے کی خاطر زید بن سعید (ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) سے اسّی دینار قرض لیا، چنانچہ اس سے قبیلے کو خوراک مہیا کر دی گئی۔ ادائیگی کے وقت سے پہلے ہی زید حضور ﷺ کے پاس آئے اور گستاخانہ انداز میں رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے رویے کو برداشت نہ کر سکے اور حضور ﷺ سے ان کا سر قلم کرنے کی اجازت چاہی، مگر آپ ﷺ نے فرمایا:

---

23 شوریٰ:40

24 شوریٰ:43

25 شبلی نعمانی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مکتبہ اسلامیہ، حصہ دوم، صفحہ نمبر 213

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

”اے عمر (رضی اللہ عنہ)! تمہیں چاہیے تھا کہ مجھے حسن ادا کی تلقین کرتے اور اسے حسن طلب کی“۔ پھر آپ ﷺ نے نہ صرف اس کے قرض کی فوری واپسی کا حکم دیا بلکہ بیس صاع (تقریباً دو من) زیادہ کھجوریں دینے کا حکم دیا۔ اس سلوک سے زید (رضی اللہ عنہ) مسلمان ہو گئے۔[26]

خلاصہ کلام

آپ ﷺ کی تعلیمات میں مسلم امہ کے محرمات کی تعظیم، ان کے باہمی حقوق کا احترام، ان پر رحمت اور شفقت کے بارے میں بے شمار ارشادات ہمارے سامنے موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ حلم و بردباری کی تعلیم دی، آپ ﷺ نے تبلیغی مشن میں عقل و حکمت، مجادلہ احسن، ذہنی انقلاب، قلبی تبدیلی، دل سوزی، عدم اکراہ اور نرم روی اور برداشت جیسے اصولوں کو سامنے رکھا، آپ ﷺ نے ہمیشہ اقلیتوں کا خیال رکھا۔ یہی وہ اصول ہیں جن کو اپنا کر ہم اپنے معاشرے سے عدم برداشت کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوب کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

26 اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد19، صفحہ نمبر129